۴,۲۹۱

شہید ڈاکٹر بہشتی

سوانح اور سیاسی افکار

جمہوری اسلامی ایران
وزارت ارشاد اسلامی

ایران میں اسلامی جمہوریہ کا اعلان کئے جانے کے موقع پر

۱۲ فروردین ۱۳۵۸ شمسی مطابق یکم اپریل ۱۹۷۹ سنہ عیسوی

نام کتاب : شہید ڈاکٹر بہشتی ۔ سوانح اور سیاسی افکار

کتابت : خان زمان علوی

ناشر : وزارت ارشاد اسلامی

بار اوّل : جمادی الاوّل ۱۴۰۲ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوانح عمری

ڈاکٹر محمد حسینی بہشتی ۱۹۲۸ء میں اصفہان کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کے والد اصفہان شہر کے نزدیک ایک گاؤں میں امام جماعت تھے۔ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن پڑھنے سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ہائی سکول میں داخل ہوئے اور صدر ہائی سکول اصفہان کی دوسری جماعت میں پڑھنا شروع کیا اور چار سال یعنی ۱۹۴۶ء تک ادبیات عربی، منطق، کلام، فقہ اور اصول کے مضامین پڑھنے میں مشغول رہے۔ اگرچہ شہید بہشتی ایک بہت بڑے کنبے میں زندگی گزارتے تھے اور روزانہ چار پانچ کلومیٹر کا فاصلہ پیدل طے کرکے مدرسہ جاتے تھے، لیکن اس کے باوجود آپ کی تعلیمی ترقی قابل توجہ تھی، شہید بہشتی ۱۹۴۶ء میں قم چلے گئے اور وہاں دینی مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ آپ کے اساتذہ مرحوم آیت اللہ بروجردی اور امام خمینی تھے۔ جس زمانے میں آپ قم کے دینی مدرسہ (حوزہ علمیّہ قم) میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اسی وقت آپ نے ہائی سکول سے لٹریچر میں ڈپلومہ بھی حاصل کر لیا اور اس طرح تہران یونیورسٹی کے شعبہ دینیات میں داخل ہو گئے اور وہاں سے بی اے کی ڈگری لی اور اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں واپس قم چلے گئے

اور وہاں ایک ہائی سکول میں انگریزی پڑھانے لگے اور ساتھ ہی قم کے دینی مدرسہ میں تعلیم بھی جاری رکھی۔ ۱۹۵۲ء میں ایک مذہبی گھرانے کی لڑکی سے شادی کرلی جس سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ شہید بہشتی کی انقلابی جدوجہد ۱۹۵۰ء میں ایران کے تیل کی صنعت کو قومیانے کے ساتھ ہی شروع ہوگئی۔ شہید بہشتی اس زمانے میں اپنی تقریروں اور دوسری سرگرمیوں کے ذریعے رائے عامہ کو حکومت کے خلاف بیدار کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

۱۹۵۴ء میں آپ نے قم میں پہلے اسلامی ہائی سکول کی بنیاد رکھی اور خود اس سکول کے ہیڈ ماسٹر کے فرائض اور ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ اس پوری مدت میں تدریس کے ساتھ ساتھ آپ قم کے دینی مدرسے (حوزہ علمیہ قم) میں تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مدرسہ میں اسلامی ثقافت کی ایک نئی لہر دوڑا دی اور اس طرح طلباء کے ساتھ بھی قریبی رابطہ قائم کرلیا۔ رابطے کی بنیاد اس عقیدے پر تھی کہ اگر طلباء اور علمائے دین دونوں مل کر عوام کے جائز مفادات کے لئے سامراج کا مقابلہ کریں تو بڑے مفید نتائج سے ہمکنار ہوسکتے ہیں۔

شہید بہشتی نے ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۸ء تک الہیات کالج سے فلسفے میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

۱۹۶۲ء میں امام خمینی کے ساتھ مل کر غدار شاہ کی کٹھ پتلی حکومت کے خلاف جدوجہد میں شریک ہوگئے۔ ڈاکٹر بہشتی عوام کے ساتھ مل کر کام کیا کرتے تھے اور تقریروں، جلسوں اور عوامی ملاقاتوں کی صورت میں اپنی انقلابی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے۔

۱۹۶۳ء میں آپ نے اسلامی تحریکوں اور تنظیموں کے ساتھ تعاون شروع کیا اور اس طرح علمائے دین کی کونسل کے رکن بن گئے۔ اس تنظیم نے ۵ جون ۱۹۶۳ء کی انقلابی

کاروائی اور جدوجہد میں اہم کردار ادا کیا۔ ۵ جون ۱۹۶۳ء کی جدوجہد امام خمینی کی قیادت میں شہنشاہی حکومت کے ظلم و ستم اور ایران میں امریکہ کی مداخلت کے خلاف عمل میں آئی۔ ڈاکٹر بہشتی نے مذہبی علماء اور عوام کو متحد کرکے اس جدوجہد میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۶۳ء میں آپ نے اسلامی حکومت کے بارے میں تحقیقاتی کام شروع کردیا اور اسی وجہ سے حکومت نے آپ کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے قم چھوڑ کر تہران میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ ۱۹۶۴ء میں آپ کو آیت ا... بروجردی کی طرف سے بیرون ملک اسلامی تبلیغ کے لئے خصوصاً یورپ، ہیمبرگ (جرمنی) کی مساجد میں بھیجا گیا۔ ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۰ء تک آپ نے مغربی جرمنی کی یونیورسٹیوں گرجوں اور سوسائٹیوں میں بے شمار کانفرنسیں کیں اور تقریریں بھی کرتے رہے۔ ۱۹۷۰ء میں آپ واپس تہران چلے آئے۔

آپ نے تقریباً پانچ سال تک جرمنی میں قیام کیا۔ اسی دوران آپ حج کے لئے بھی گئے اور شام، لبنان اور ترکی کا بھی دورہ کیا۔ ۱۹۶۹ء میں آپ نے عراق جاکر امام خمینی سے ملاقات کی۔ بیرون ملک جس چیز نے ڈاکٹر بہشتی کی توجہ اپنی طرف مبذول کی وہ طلباء کی دلچسپی اور ضرورت کے پیش نظر ایک قسم کی اسلامی انجمنوں کی تشکیل و تنظیم تھی تاکہ ان کی صفوں میں اتحاد پیدا کیا جا سکے۔ شہید بہشتی کے تہران آنے کے بعد آپ کی غیر ملکی جدوجہد اور انقلابی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے غدار شاہ کی وابستہ حکومت نے آپ کو قم واپس جانے سے روک دیا۔ آپ نے بہرحال ایران میں اپنی کاروائیاں جاری رکھیں۔ اس مدت میں آپ علمائے کرام کو منظم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ۱۹۷۶ء میں آپ نے مجوزہ مرکزوں کی بنیاد ڈال دی۔ ایران واپس آنے کے بعد آپ نے قرآن اور اس کی تفسیر سے متعلق جلسے منعقد کرنا شروع کردیئے جو نوجوانوں کے اتحاد کا مرکز بن گئے۔

۱۹۷۷ء میں جب ہمارے ایران میں مجاہد علمائے کرام کو منظم کرنے کی بنا پڑ گئی تو اسی بنیاد کے

باوصف اصل تنظیم کی ضرورت نے زور پکڑا۔ بالآخر نومبر ۱۹۷۸ء میں ڈاکٹر بہشتی نے شہید مطہری، حجۃ الاسلام ہاشمی رفسنجانی، موسوی اردبیلی، مہدوی کنی اور حجۃ الاسلام جواد باہنر کے ساتھ مل کر انقلابی کونسل کی بنیاد ڈال دی۔ دسمبر ۱۹۷۸ء میں امام خمینی کے فرمان کے مطابق ڈاکٹر بہشتی اور دیگر مذہبی اساتذہ پر مشتمل انقلابی کونسل نے رسمی طور پر کام شروع کر دیا۔

ڈاکٹر بہشتی کی کاروائیاں مختلف نوعیت کی تھیں۔ ایک طرف تو آپ علمی میدان میں اسلامی مسائل کی تشخیص و تحقیق کے لئے کام کر رہے تھے تو دوسری طرف اسلامی معاشرے کے لئے انسانی قوت کو بروئے کار لانے میں مصروف تھے۔ ڈاکٹر بہشتی کے دوسرے کاموں میں سیاسی اور انتظامی پہلو نمایاں تھے۔ آپ کی سب سے زیادہ توجہ و کوشش مذہبی علماء کو ایک تنظیم میں متحد کرنے اور اسے نئی سیاسی جہت عطا کرنے پر مرکوز تھی۔ ڈاکٹر بہشتی کی گوناگوں سرگرمیوں کا مقصد اسلامی حکومت کا قیام تھا اور آپ ہمیشہ اسی فکر میں رہتے تھے۔ انقلاب سے پہلے اور انقلاب کے بعد آپ کی جدوجہد کا مرکز و محور علماء کی تنظیم اور اتحاد تھا۔ اس ہم آہنگی اور تنظیم نے انقلاب کو کامیاب بنانے میں بہت زیادہ مدد کی۔ ۱۹۷۸ء میں جب امام خمینی پیرس میں تشریف فرما تھے تو شہید بہشتی نے وہاں جاکر ان سے ملاقات کی۔ اسی ملاقات کے دوران ہی اسلامی انقلابی کونسل کی تشکیل پر غور و خوض کیا گیا اور امام خمینی کی تائید و حمایت سے ڈاکٹر بہشتی انقلابی کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد آپ نے حسب معمول انقلابی کونسل میں اپنی رکنیت کو جاری اور محفوظ رکھا۔ علاوہ ازیں قانون ساز اسمبلی (مجلس خبرگان) میں آپ تہران کے نمائندے کی حیثیت سے موجود تھے۔ شہید بہشتی کی دوسری ذمہ داریوں میں سے ایک عدالتی کونسل کی قیادت تھی جو امام خمینی کی تائید سے آپ کے سپرد کی گئی۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی سے پہلے شہید بہشتی قم کے مدرسہ میں تدریس کرتے

تھے اور اس طرح انہوں نے اس دارالعلوم میں ایک نئی ثقافت کی لہر دوڑا دی۔ جس وقت تک آپ ایران میں رہے لوگوں کو بیدار اور مسائل سے آگاہ کرتے رہے۔ ہمبرگ کی مسجد میں جانے کے بعد آپ نے اسلامی و انقلابی نوجوانوں کو بیرونِ ملک منظم کیا اور ایرانی طلباء کی اسلامی انجمنوں کو تنظیمی شکل عطا کی۔ ایران واپس آنے کے بعد خصوصاً اسلامی انقلاب سے پہلے آپ مذہبی علماء کو منظم کرنے میں مصروف ہوگئے۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے زمانے میں شہید بہشتی نے انقلابی کونسل میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ آپ نہ صرف ایک مجاہد اور مذہبی شخصیت کے طور پر ہی معروف تھے بلکہ امام خمینی کے طرزِ فکر کے علمبردار کی حیثیت سے بھی پہچانے جاتے تھے۔ امام خمینی کے طرزِ فکر کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ عالمی سامراج کے ساتھ ہرگز ساز باز نہ کی جائے اور استعمار و صہیونیت کے زیرِ اثر اس منطقہ میں موجود رجعت پسندی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔

ڈاکٹر بہشتی کی تالیفات	سال تالیف
۱۔ بینکنگ اور اسلام کے مالی قوانین	۱۹۶۱-۶۲ء رسالہ مکتب تشیع کے سالنامہ میں
۲۔ قرآن میں خلق اور امر	۱۹۶۰ء "
۳۔ انگریزی سے ترجمے کی عادت	۱۹۶۰ء قم میں شائع شدہ
۴۔ ہمارے معاشرے میں ایک نئی جماعت	۱۹۶۰ء رسالہ گفتار ماہ میں شائع شدہ
۵۔ علم اور دین میں قانونِ علیت	۱۹۶۱ء " "
۶۔ اسلام میں حکومت (تین شمارے)	۱۹۶۰-۶۱ء رسالہ مکتبِ تشیع "
۷۔ قرآن کے ۱۲ پاروں کی تفسیر	۱۹۶۵-۷۰ء ہمبرگ میں ٹیپوں کی صورت میں

۸ - انسان کی زندگی میں ایمان کا کردار ۱۹۶۹ء

۹ - کونسا مسلک ۱۹۶۹ء

۱۰ - نماز کیا ہے؟ ۱۹۵۹ء

۱۱ - یورپ میں اسلام کی آواز (۵ زبانوں میں - اسلامی تعلیمات کے مختصر اصول) ۶۸-۱۹۶۷ء
یورپ میں شائع شدہ

۱۲ - اسلام اور مسلمانوں میں مذہبی علماء کا کردار (۱۹۶۲ء - "مرجعیت اور روحانیت" کی کتب میں
جو آیت ا... طالقانی اور محمد تقی جعفری کے تعاون سے لکھی گئی۔

۱۳ - عاشورا میں فاتح مجاہد — عاشورا سے متعلق تقریروں کا مجموعہ

۱۴ - قرآن کے نظریہ سے خدا کا مفہوم — ان کی پی ایچ ڈی کی ڈگری کا موضوع

۱۵ - اسلام اور ہمعصر مکاتب — تہران کے سکولوں کے اساتذہ کے سیمینار میں دینی تعلیمات کا درس

۱۶ - تفسیر قرآن کے بارے میں ایک بحث — ۷۵-۱۹۷۰ء ٹیپ کی صورت میں

۱۷ - اسلام کو پہچاننے کے دلائل — ۷۷-۱۹۷۶ء "

۱۸ - وحی کے بارے میں ایک مفصل تحقیق — ۱۹۷۰ء حجۃ الاسلام موسوی اردبیلی اور
آیت ا... مہدوی کنی اور آیت اللہ.. ڈاکٹر مفتح کے تعاون سے شروع ہوئی
اور ۱۹۷۷ء میں انقلابی جدوجہد کے عروج کی وجہ سے رک گئی۔

ایک روحانی اور مذہبی گھرانے میں زندگی گزارنے اور ایسے ماحول کی تربیت نے ڈاکٹر بہشتی کو آنا بیدار اور لائق مفکر بنا دیا تھا کہ امام خمینی کی رہبری میں اس انقلاب کی خدمت کر سکیں۔ مذہبی گھرانے میں تعلیم و تربیت ان کی فکری پرورش کے لئے بڑی مفید اور

مؤثر ثابت ہوئی اور ڈاکٹر بہشتی اس نعمت سے واقعی مالا مال تھے۔ انسانی اور اخلاقی اقدار کے لحاظ سے پاکیزہ و سازگار ماحول میں زندگی بسر کرنا مذہبی گھرانوں کی روایت ہے اور اسی خصوصیت نے ڈاکٹر بہشتی کی شخصیت کو چار چاند لگانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اسلامی مدرسوں کا ماحول بھی مذہبی اور روحانی خاندانوں کی طرح انہی خصوصیات کا حامل ہے اور شاگردوں کی فکری تربیت اور شخصیت کو ابھارنے میں بڑی تاثیر رکھتا ہے۔ مذہبی گھرانوں کا خصوصی ماحول اسلامی مدرسے، چھوٹے چھوٹے مذہبی اجتماعات مثلاً مذہبی تقریریں معاشرے پر اچھا اثر ڈالتی ہیں اور اپنی خصوصیات کو معاشرے میں منتقل کرتی رہتی ہیں۔ ایرانی معاشرہ چونکہ اسلامی آئیڈیالوجی اور مذہبی علماء کے ساتھ مضبوط رشتہ قائم کئے ہوئے تھا لہٰذا اس نے جلد ہی ان خصوصیات کو اپنے اندر جذب کرلیا اور معاشرے میں اس قسم کی تبدیلیاں پیدا ہوگئیں کہ انقلابی رنگ پکڑنے لگا۔ شہید بہشتی جیسے افراد کی متحرک زندگی اور اردگرد کے ماحول پر ان کا اثر ایران کے مسلمان عوام کی انقلابی تحریک میں بڑا ممدو معاون ثابت ہوا۔ ڈاکٹر بہشتی جیسی شخصیتیں اب بھی ایرانی معاشرہ میں بہت زیادہ ہیں یعنی اشخاص جنہوں نے مذہبی ماحول میں پرورش پائی اور خاص تعلیمات سے بہرہ یاب ہوئے، یہی افراد تھے جو عوام کو بیدار کرنے اور ایران کے اسلامی انقلاب کو کامیاب بنانے میں پیش پیش تھے۔ افراد جو گمنام ہیں لیکن ڈاکٹر بہشتی جیسی خصوصیات اور طرز فکر کے مالک ہیں اور معاشرے کی اقدار و معیار کو تبدیل کرکے شہید بہشتی کے طرز فکر و عمل کو جاری رکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں، دراصل وہ بھی عوام کی انقلابی تحریک کے بانیوں میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔ ایرانی معاشرے میں ثقافتی انقلاب انہی کی ذہنی و فکری کاوشوں کی بدولت جنم لے رہا ہے۔

شہید ڈاکٹر بہشتی کا سیاسی طرزِ فکر

ایران کے اسلامی انقلاب کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ کامیابی کے بعد ملک کی سیاسی پالیسی امام خمینی کے نظریات کے مطابق رہی۔ امام خمینی کی سیاست کو جاری و ساری رکھنا ہی اسلامی انقلاب کے استقلال و دوام کا ضامن ہو سکتا ہے۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی مذہبی علماء کی ہمہ گیر جدوجہد کا نتیجہ تھی۔ علماء جو امام خمینی سے فکر حاصل کرتے تھے انہوں نے بھی عوام کے ساتھ مل کر جو امام خمینی سے امیدیں لگائے ہوئے تھے اور آپ ہی کی قیادت کو چاہتے تھے، یک جان اور یک آواز ہو کر ظلم و ستم کے خلاف آواز اٹھائی اور معاشرہ اور اس پر حاکم نظام کو بالکل تبدیل کر کے رکھ دیا۔ اس تبدیلی کی فکری بنیاد بھی صرف اسلامی آئیڈیالوجی تھی اور امام خمینی نے اپنی قیادت سے اس آئیڈیالوجی کو عملی جامہ پہنایا۔ ایران کے اسلامی انقلاب نے نہ صرف ایران کے معاشرے کو بدل کے رکھ دیا بلکہ اس مفہوم و معنی کو بھی تبدیل کر دیا جو اس وقت تک انقلاب کے بارے میں پائے جاتے تھے۔ انقلاب کی کامیابی کے بعد معاشرے کے رہنماؤں کی طرف سے جو پالیسیاں اختیار کی گئیں وہ سب کی سب اسلامی ثقافت سے متاثر تھیں۔

فکری آزادی، بڑی طاقتوں کے ساتھ وابستہ نہ ہونا اور اس سیاست کو جاری رکھنا، ایران کے اسلامی انقلاب کی نظریاتی اساس و بنیاد ہے۔ امام خمینی کا سیاسی نظریہ اہم خصوصیات کا حامل ہے اور انہی خصوصیات کی وجہ سے دنیا میں اسے خصوصی معنی و مفہوم دیئے گئے ہیں۔ ایران کے مجاہد مذہبی علماء نے متفقہ طور پر امام خمینی کی قیادت میں ملک کا نظم و نسق چلانے میں امام

خمینی کے نظریات کو ہی پیش نظر رکھا۔ مجاہد دینی رہنما جنہوں نے ایران کے اسلامی انقلاب میں اہم کردار ادا کیا تھا، ایران کے مسلمان انقلابی عوام ان کی حمایت کرتے تھے۔ دینی رہنماؤں میں سے ایک ڈاکٹر بہشتی بھی ہیں جو براہ راست امام خمینی کے نظریئے کے مظہر و علمبردار تھے یہی سیاسی نظریہ تھا جس پر اسلامی انقلاب کی کامیابی کے وقت سے ہی حملے ہونے شروع ہو گئے۔ انقلاب دشمن عناصر کی شروع سے ہی یہ کوشش تھی کہ اندرون ملک بعض علاقوں میں بحران پیدا کر کے انقلابی حکام کو اپنے منصوبے پر عمل کرنے سے روک دیں۔ لیکن جب ان کو اپنے عزائم میں شکست ہوئی تو اسلامی جمہوریہ ایران میں رائج سیاسی نظام جو وہی امام خمینی کا نظریاتی نظام ہے کے خلاف مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ شہید ڈاکٹر بہشتی جو خود مذہبی رہنماؤں میں سے ایک ممتاز رہنما تھے اور امام کے نظریہ و سیاست کے مطابق عمل کر رہے تھے شروع ہی سے انقلاب دشمن عناصر کے تنقیدی حملوں کا نشانہ بننے لگے۔ [یہ انقلاب دشمن افراد اپنی سازشوں میں ناکامی کے بعد جو انہوں نے ایران کے اسلامی انقلاب کے خلاف کیں، اسلامی انقلاب پر حاکم طرز فکر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے] جس چیز نے اسلامی انقلاب کو سامراجی سازشوں اور اندرون ملک انقلاب دشمنوں کے مقابلہ میں محفوظ کر رکھا ہے، ملک پر حکم فرما اسلامی آئیڈیالوجی ہے۔ اسی آئیڈیالوجی کی بناء پر ہر سامراجی گروہ کے ساتھ ساز باز کی مذمت کی جاتی ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران سے مغربی نظام حکومت کے رو کے جانے پر اسلامی انقلاب نے اپنا ارتقائی عمل جاری رکھا ہے اور سامراجیت و صیہونیت اور علاقے میں موجود رجعت پسندانہ طرز فکر اور اس کے عوامل کے مقابلہ میں پہلے سے زیادہ ہم آہنگ اور مضبوط ہو گیا ہے اور اب اس منطقہ میں شیطان اعظم (امریکہ) کے مفادات پر ضرب لگانے کے لئے تیار ہے۔

شہید بہشتی نے اپنی زندگی کے آغاز سے حقیقی اسلام کی شناخت کے لئے تگ و دو

شروع کر دی۔ زندگی کے آخری لمحے تک اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالنے اور اس کی کامیابی کی کوشش کرتے رہے۔ جو چیز ایران کے اسلامی انقلاب کے دشمنوں کی وحشت کا سبب بنی وہ شہید بہشتی کا سیاسی طرز فکر تھا۔ شہید بہشتی کی فکری خصوصیات میں ساز باز نہ کرنا اور مختلف سیاسی گروہوں سے جو اندرون ملک سرگرم عمل تھے وابستگی نہ رکھنا تھا۔ آپ صرف امام خمینی سے فکر حاصل کرتے تھے، اور انہی کے نظریات و خیالات کو نافذ کرنا چاہتے تھے۔

ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد حکومت کے اندر دو مختلف نظریاتی گروہ پیدا ہو گئے۔ ایک مغرب کی طرف رجحان رکھتا تھا اور دوسرا امام خمینی کی قیادت میں اسلامی انقلاب کی طرف مائل تھا۔

ایران کے اسلامی انقلاب کے دوران مذہبی اور اعتدال پسند طبقے کے درمیان جو اختلاف پیدا ہو گیا اگر وہ جاری رہتا تو انقلاب پر کاری ضرب لگا سکتا تھا۔ شہید بہشتی ان اولین اشخاص میں سے تھے جنہوں نے مغرب کی طرف جھکاؤ والے اس رجحان کو پہچان لیا اور اس کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ شہید بہشتی ایک مذہبی عالم اور دینی مجاہد کی حیثیت سے جو صرف امام خمینی سے فکر حاصل کرتے تھے اور درحقیقت امام کے طرز فکر اور نظریات کو عملی جامہ پہناتے تھے بہت شہرت پا گئے۔

ڈاکٹر بہشتی کے افکار و خیالات کو بخوبی سمجھنے کے لئے گہرے مطالعے اور غور و فکر کی ضرورت ہے۔ آپ کے خیالات کے مطالعے سے اسلامی معاشرہ کی خصوصیات کو سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ ڈاکٹر بہشتی کے خیالات اسلامی آئیڈیالوجی اور فکری نظام کے مطابق ہیں۔ شہید بہشتی کے افکار کو سمجھنے کے لئے مختصر طور پر ہم ان کی چند تقریروں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

ایران کا اسلامی انقلاب

شہید بہشتی نے ایران کے اسلامی انقلاب کے تاریخی پس منظر کے بارے میں اپنی تقریر مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۸۰ء میں یوں فرمایا :

"اگر ہم ایران کے اسلامی انقلاب کی گزشتہ ایک سو سالہ تاریخ کا مطالعہ کریں اور ان خاص تاریخی مکاتب پر جنہوں نے عالمی سامراج کے ظلم و ستم اور اس ملک میں غیر ملکیوں کے نفوذ اور غارت گری کو رواج دیا، نظر ڈالیں اور پھر اس زمانہ کا مطالعہ کریں جب یہ سامراجی تحریک عروج پر تھی تو کفر و ظلم کے خلاف اسلام کو ہی مصروف جنگ پائیں گے۔ ان آخری اٹھارہ سالوں کے دوران ہماری جدوجہد، ہمارا انقلاب، ہماری موجودگی، ہماری فداکاری، ہماری شہادت، ہمارا خون، ہماری سخاوت، ہم جو بھی کرتے ہیں مثلاً ہمارا بیان، ہمارا رنج، شکنجے اور جو مصیبت بھی آئی یہ سب چیزیں ایک واضح نظریئے کے مطابق رہی ہیں اور وہ ہے حقیقی اسلامی معاشرہ کا نظریہ۔ پس ہم ہر دوسری چیز کو اسی اسلامی مجموعے میں رکھنا چاہتے ہیں۔

علمائے دین کا اسلام مدتوں سے ایرانی ثقافت میں گھل مل گیا ہے۔ انقلابی تحریکیں جو ایرانی معاشرے کی تاریخ میں وقوع پذیر ہوئی ہیں وہ سب کی سب اسلامی آئیڈیالوجی سے فیض یاب ہوئی ہیں، اور ان میں مذہبی علماء نے مؤثر اور اہم کردار ادا کیا ہے۔ ۵ جون ۱۹۶۳ء کی انقلابی جدوجہد جو بعد میں ایران کے اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور جو ۱۱ فروری ۱۹۷۸ء کو فتح مند ہوا وہ بھی مذہبی علماء کی مساعی سے کامیاب ہوا۔"

سامراجیوں کی سازشوں کو ہر وقت فاش کرتے رہنا شہید بہشتی کی کاروائیوں میں شامل تھا۔ ۱۶ مئی ۱۹۸۱ء کو انہوں نے اسلامی انقلاب کا مقابلہ کرنے کے لئے سامراجیوں کے سیاسی ہتھکنڈوں کے بارے میں یوں فرمایا :

" امریکہ اور مغربی یورپ کی سیاست عموماً کئی قسم کی ہوتی ہے۔ ان کے سیاسی ہتھکنڈوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب بھی کسی علاقے میں ایک طاقتور لہر پیدا ہو جائے تو ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس لہر پر سوار ہو کر اس کو اپنے مقاصد و مفادات کے لئے آگے لے جائیں ۔ ہمارے اسلامی انقلاب کے سلسلے میں بھی انہوں نے بالکل یہی سلوک کیا۔ انقلاب کی کامیابی سے ایک دو سال پہلے تک تو ان کا طریقہ یہ تھا کہ ایران میں انقلابی نمو کی پوری طاقت سے روک تھام کریں اور اس کی سرکوبی کریں۔ کامیابی سے تقریباً دو سال پہلے انہوں نے احساس کیا کہ اس سیاست کا کوئی فائدہ نہیں۔ پھر انہوں نے یہ کوشش شروع کر دی کہ ایک انحرافی لہر پیدا کریں اور عوام کے جوش و خروش کا رخ اس جانب موڑ دیں۔ ان کو امید تھی کہ اس طریقے سے وہ شاہ اور اس کی سلطنت اور اپنے مفادات کا تحفظ کر سکتے ہیں۔ انقلاب کی فتح سے تقریباً ایک سال پہلے انہیں محسوس ہوا کہ یہ طریقہ بھی کارگر ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ مسلمان گروہ نے ٹھوس روش اختیار کر لی ہے ۔ اس موقع پر انہوں نے ایک اور زہرآگیں طریقہ اختیار کیا اور وہ یہ کہ انقلاب کا دم بھرنا شروع کر دیں۔ وہ بھی اس طرح کہ اسلام کے نام اور اس کے ظاہری طور طریق کو اس انقلاب کی خاطر قبول کر لیں لیکن اپنے تباہ کن طریقوں سے جدید نظام کو اسلام سے نکال دیں لہٰذا وہ جن لوگوں کو اس انقلاب کیلئے موثر سمجھتے تھے ان کے ساتھ رابطہ پیدا کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے یہ رابطے انقلاب کی کامیابی تک جاری رکھے اور کامیابی کے بعد بھی۔ ان کو امید تھی کہ شاید اپنے مذموم ارادے میں کامیاب ہو جائیں۔ ان کا خیال تھا کہ

قوم پرست عناصر کو حکومت میں شامل کر کے ان کے طریق کار کا راستہ بھی کھل جائے گا۔ لیکن اس ربط و تعلق میں انہیں ایک ایسے مزاحمتی گروہ سے دوچار ہونا پڑا جو اپنے عقیدے پر سختی سے پابند تھا اور اب بھی ہے اور جو کہتا تھا کہ سب سے پہلے یہ انقلاب سو فیصد آزاد و خود مختار ہونا چاہئے اور دوسرے اس کی پہچان بھی سو فیصد اسلامی ہونی چاہئے۔

ایران کے اسلامی انقلاب کا مطلب دنیا میں ایک جدید دور کا آغاز ہے اور ان تمام سیاسی اقدار کو درہم برہم کرنا ہے جو بڑی طاقتوں اور ان کے حاشیہ نشین ممالک نے دنیا میں جاری کی ہیں۔ اس انقلاب کا مطلب تیسری دنیا کے تمام ممالک اور محروم عوام کو خواب غفلت سے بیدار کرنا ہے۔"

سامراجی طاقتیں انقلاب کا مقابلہ کرنے کے لئے اور درحقیقت ہر اس تحریک کو ختم کرنے کی کوشش کرتی ہیں جو سامراج زدہ ممالک میں ان کے مفادات کے خلاف پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے مرحلے میں ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایک خاص گروہ کی قیادت کو اپنے ہاتھ میں لے تاکہ کسی حد تک ان کے مفادات کی بھی حفاظت کر سکے۔ ایران کے اسلامی انقلاب نے اس معنی و مفہوم کو ختم کر دیا اور ایک جدید تبدیلی پیدا کر دی۔ یہ تبدیلی سامراجی طاقتوں اور محکوم قوموں دونوں پر مشتمل تھی۔ اسلامی انقلاب کی فتح کے بعد سامراجی طاقتوں کو احساس ہو گیا کہ اب پہلے سے متعین منصوبوں اور پہلے سے آمادہ مسائل کے حل پر عمل کو قبول نہیں کرتی قوموں کی حقیقی خود مختاری، سامراجیوں کی طرف سے پیش ہونے والے کسی منصوبہ اور راہ عمل کو قبول نہیں کرتی۔ استعمار کے زیر اثر ملکوں میں بھی اس لحاظ سے ایک تحریک پیدا ہو گئی جو ہر طاقت سے وابستہ ہوئے بغیر صرف عوامی طاقت پر بھروسہ کر کے اور اپنی خاص ثقافت سے الہام حاصل کر کے استعمار کے چنگل سے رہائی پا سکتی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر بہشتی نے اپنی تقریر

میں فرمایا ہے کہ ایران کے اسلامی انقلاب نے تمام سامراجی اقدار کو درہم برہم کر کے رکھ دیا اور انقلاب کے مفہوم میں ایک تبدیلی پیدا کر دی۔

ایران کے اسلامی انقلاب میں مذہبی علماء کا کردار

ڈاکٹر بہشتی ایک مذہبی عالم کی اس طرح تعریف کرتے ہیں :

" روحانی کون ہے ؟ روحانی عالم دین ہے جو تزکیۂ نفس، تعلیم، تلاوتِ قرآن اور خداوند تعالیٰ کی آیات کو یاد دلاتا ہے اور اس طرح کوشش کرتا ہے کہ پیغمبروں کے مقدس مشن کو جاری رکھے۔ ایک روحانی عوام کو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت، تزکیۂ نفس اسلامی تعلیم اور صحت مند و خوشحال زندگی کا راستہ دکھاتا ہے۔ یہ ذمہ داریاں اور فرائض اس نے خدائی تعلیمات کی بنیاد پر سنبھال رکھے ہیں۔

اہم اور تعمیری ذمہ داری صرف ایک روحانی کے ذریعے پوری کی جاتی ہے۔ روحانی جو خود اہلِ علم ہو، قرآن اور اسلام کا گہرا مطالعہ رکھتا ہو، کتاب و سنت کو سمجھتا ہو، دوسروں کو تزکیہ کی تعلیم دینے سے پہلے خود اس پر عمل کرتا ہو، تقویٰ کا پابند ہو، تقویٰ کے ذریعے اپنے آپ کو عادل بنائے، خدا ترس اور اچھے اخلاق کا مالک ہو اور چونکہ چاہتا ہے کہ دوسروں کو انسان بنائے اور سکھائے لہٰذا اس کو تعمیر و تدریس جیسے اوصاف کا جو خود ایک مشکل کام ہے کا مالک ہونا چاہیئے۔ اور چونکہ انسان کو بنانا اور اس کو تعلیم سے آراستہ کرنا، اسلام، قرآن، سنّت اور سیرتِ پیغمبرؐ اور آئمہؑ کی آشنائی کے علاوہ ہے۔ لہٰذا ایک روحانی کو اپنے زمانے کے انسانوں کو بھی اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے آپ کو جب تک پہچان نہ لیں، عوام کو اسلام کی طرف دعوت اور تعلیم نہیں دے سکتے اور

نہ ہی ان کو حقیقی انسان بنا سکتے ہیں۔ پس ماحول اور زمانہ کو بھی ضرور سمجھنا چاہئے۔"

یہ سب روحانی لوگوں کی خصوصیات ہیں جنہوں نے انقلاب میں شرکت کی اور ایران کے مسلمانوں کی انقلابی تحریک کا راستہ ہموار کیا۔ جو لوگ اپنے آپ کو نظر انداز کرکے خدا کی راہ میں قدم اٹھاتے ہیں، علم و اخلاق سے پوری طرح بہرہ مند ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عوام کی ہدایت اور رہبری سے پہلے اپنے تزکیہ کی کوشش کرتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں، ضروری علم حاصل کرنا اور پھر دوسروں کو تعلیم دینا مشکل کاموں میں سے ایک کام ہے علمائے دین سے عوام کا رشتہ اس لئے قائم ہے کیونکہ علماء علم و اخلاق کی دولت سے مالامال ہیں اور قرآنی تعلیمات، پیغمبرؐ اور آئمہؑ کی حیاتِ طیّبہ سے فیض حاصل کرتے رہے ہیں۔

" انقلاب کے اس دور میں یعنی ۱۹۶۲ء سے لے کر اب تک روحانی لوگ آہستہ آہستہ میدانِ جنگ میں داخل ہوگئے ہیں۔ کچھ افراد ہراول دستے کے طور پر سب سے پہلے اس میدان میں داخل ہوئے۔ کچھ لوگ ان کے بعد آئے اور ۱۹۷۸ء کے ان آخری چند ماہ میں جب عوام کو متحد ہوکر حکومت کے کٹھ پتلی عناصر کے مقابلہ میں ڈٹ جانا چاہئے تھا تو آپ نے دیکھا کہ ہماری اکثر مسجدیں مقابلہ و جنگ کے مرکز بن گئے اور لوگ وہاں اکٹھے ہوجایا کرتے تھے۔ سرگرم و فعّال روحانی طبقہ عوام کے دوش بدوش مصروفِ کار ہوتا تھا۔ چونکہ میں چاہتا ہوں کہ حقائق کو ان کی اصلی صورت میں پیش کروں لہٰذا اس وقت بھی بہت سے جوان یہ شکایت کرتے تھے کہ ہمارے محلے کے مولانا اتنے سرگرم نہیں، لیکن یہ روحانی لوگ واقعی استثنائی ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں خصوصاً ماہ رمضان المبارک کے بعد عوام اور روحانی طبقہ کا رشتہ انقلابی جدوجہد میں روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔ فروری ۱۹۷۹ء میں انقلاب کی کامیابی کے وقت مذہبی طبقہ کو احساس ہوگیا کہ شاہ کا شیطانی نظام حکومت

ڈول چکا ہے اور نفرت انگیز حکومت دم توڑ گئی ہے، لیکن وہ یہ بھی سوچ رہے تھے، بہت خوب! اس کامیابی کے بعد ملک کا نظم و نسق کس کے ذمہ ہے؟ ہر محلے کے عوام اپنے علاقے کے دینی رہنما سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے۔"

ڈاکٹر بہشتی نے اپنی ایک تقریر کے ایک اور حصہ میں اضافہ کیا۔" اب بھی مذہبی طبقہ سے متعلق سینکڑوں جوان جنگی محاذوں پر موجود ہیں اور اپنے بھائیوں کے دوش بدوش جنگ کر رہے تھے۔"

ایران میں مذہبی طبقہ اور عوام کے درمیان مضبوط رشتہ قائم ہے۔ ایرانی تاریخ کی ہر تحریک میں علمائے دین کا ہاتھ رہا ہے۔ ایران کے اسلامی انقلاب کی قیادت روحانی طبقہ کے ہاتھ میں ہی تھی۔ جس نے انحرافی سیاسی گروہوں کو ایک طرف دھکیل کر انقلاب کو اپنے اصلی راستے پر ڈال دیا۔ ایران میں روحانیت کا کردار سطحی نہیں ہے بلکہ جدوجہد کے قلب میں بڑا فعّال رہا ہے۔ اس کی جدوجہد جنگی محاذوں تک پھیل چکی ہے۔ اس کی اسلامی خصوصیّت اور دینی قیادت خصوصاً امام خمینی کے عقائد اور خیالات کے پیرو کار ہونے کی وجہ سے ایران کے اسلامی انقلاب کو کامیاب بنانے سے غیر ملکیوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنے میں مؤثر واقع ہوئی ہے۔ انقلاب کے تمام پہلوؤں میں روحانیت کی موجودگی اور عوام کے ساتھ تعاون اس بات کی دلیل ہے کہ وہ صرف طاقت کے خواہش مند نہیں رہے ہیں اور نہ ہی انقلابی جدوجہد میں عوام سے جدا یا دور رہے ہیں۔ یہ بھی ایران کے اسلامی انقلاب کا دنیا کے دوسرے تمام انقلابات کے مقابلہ میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ دوسرے انقلابوں میں انقلابی راہنماؤں نے اقتدار و اختیار کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے ایک قسم کی مطلق العنان حکومت عوام پر ٹھونس دی ہے۔

ایران کے اسلامی انقلاب کے معیار اور اقدار

ڈاکٹر بہشتی نے اپنی ایک تقریر میں انقلاب کے ذریعے دنیا میں موجود اقدار کے نظام کو تبدیل کرنے کے بارے میں یوں فرمایا :

" ایک انقلاب ہرگز انقلاب نہیں ہو سکتا جبتک کہ گزشتہ رجعت پسندانہ اقدار کی جگہ جدید اقدار کو جاگزین نہ کر دے ۔ اے بھائیو! آپ خود ہی بتائیں کہ آیا آپ کی ذہنی اقدار اور دلوں میں تبدیلی پیدا ہو چکی ہے ؟ آیا آج آپ اس دنیا کی زندگی کو بے وقعت سمجھتے ہیں ؟ حتیٰ کہ اگر اس دنیا کی تمام نعمتوں سے بہرہ مند ہوں تو بھی بے وقعت ہے جب تک کہ آپ کے قدم خدائی اور ابدی زندگی کی طرف نہ اٹھیں ۔ جب تک آپ اس زندگی کو آخرت کی کھیتی اور راستہ نہ سمجھیں ۔ آیا آپ کے لئے دنیا کا مقصد یہی ہے ؟ آیا آپ اس انسان کو جو خدا کی راہ میں عمل کرتا ہے ۔ ابدی انسان جانتے ہیں اور اسی کو تمام مادی اقدار سے بالاتر سمجھتے ہیں ؟ آیا جو لوگ شہید ہو گئے ہیں :

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ (النساء۔ آیت ۷۵)

(ترجمہ) اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خدا کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں لے جا۔

آیا آپ کی نظر میں بلند مرتبہ اور مکمل انسان یہی ہے ؟

— آیا آپ اس کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں ؟ اگر ان سب کو دیکھتے اور جانتے ہیں اگر آپ کے شعور، نظر اور دلوں میں یہ اقدار تبدیل ہو گئی ہوں تو آپ انقلابی ہیں اور

کامیابی سے ہمکنار ہوں گے اور شہیدوں کے مقاصد کے وفادار ہیں ؟

ایران کے اسلامی انقلاب پر حکم فرما اقدار اور معیار کا منبع اسلامی آئیڈیالوجی ہے۔ خدا کی راہ میں قدم اٹھانا اور خدا کے لئے کام کرنا ایسی ارفع اقدار ہیں جو اس انقلاب میں عروج تک پہنچ گئیں۔

اس انقلاب میں انسان کی قدر بڑھ گئی۔ انسانی ذات اور فطرت ایسے جاہ مسائل تھے جنہوں نے انقلاب کی کامیابی میں اہم کردار ادا کیا۔ جن لوگوں نے انقلاب کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے کوشش کی سبھی جدید فطرت رکھتے تھے۔ ان لوگوں کی فطرت اور ایمان سے اسلامی مکتب کو استحکام ملتا تھا۔ وہ ایران کے اسلامی انقلاب کو پروان چڑھانے والے ایسے انسان تھے جن کا وجود خود فراموشی اور ایثار سے مالا مال تھا۔ ظلم و ستم کے خلاف آواز اٹھانا ایک مسلمان انسان کے ذہن سے ہرگز محو نہیں ہو سکتا۔ ہر مسلمان اسے اپنا فرض سمجھتا ہے کہ جس چیز کو ناحق سمجھے اس کے خلاف آواز اٹھائے اور اس کا مقابلہ کرے ۔

بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے ۔ قوتِ فرمانروا کے سامنے بیباک ہے

ہمارا جوان مسلمان تاریخ ساز ہے۔ مسلمان کی قابل قبول اقدار اس کو ظلم کے نیچے دبنے نہیں دیتیں۔ ڈاکٹر بہشتی نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا:

" حادثات اور واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں اور ہمیں اس طرف اور اُس طرف لے جاتے ہیں۔ حالانکہ انسان کی یہ شان نہیں ہے بلکہ انسان کی شان یہ ہے کہ وہ حادثات پر حاوی ہو۔ ہم انسان کی تاریخ سے رابطے کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے پہلے کہ تاریخ انسان کو بنائے انسان تاریخ کو بناتا ہے:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اسلامی معاشرہ صرف سامراج کی قید سے نجات کو قبول نہیں کرتا بلکہ ایک مسلمان کا مقصد انسانیت کی نجات ہے۔ جیساکہ ڈاکٹر بہشتی نے کہا،

"اسلام ایک عالمی قانون ہے مسلمان کلی طور پر انسانی سعادت پر نظر رکھتا ہے اور انسانی نجات کے لئے کلی طور پر کوشش کرتا ہے۔ اصولی طور پہ ایک انقلاب کے اغراض ومقاصد کو صرف ایک ملت یا قوم کی نجات تک محدود رکھنا شرک ہے۔ درحقیقت اسلام کے عالمی نقطۂ نظر کے مطابق ایک قوم کی نجات دین کے تمام انسانوں کی نجات سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتی اور جب ہم ایک قوم کی نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں تو ہمارا فرض ہے کہ تمام قوموں کی نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ایک مسلمان انسان دنیا کے تمام انسانوں کے سامنے جواب دہ اور ذمہ دار ہے اور اس طرح ایک مسلمان قوم دنیا کے تمام لوگوں کی نجات کے سلسلے میں ذمہ دار ہے اور ہر انسان یا ہر قوم کی نجات اس میں ہے کہ اپنی ذمہ داریوں سے بخوبی عہدہ برآ ہو۔ ایک تنظیم، ایک گروہ، ایک قوم، ایک نسل اگر سعادت حاصل کرنا چاہے یعنی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا چاہے تو اسے بھی اسلامی آئیڈیالوجی کے مطابق تمام انسانوں کی آزادی، فلاح وبہبود اور نجات کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔"

اسلامی نظریئے کے مطابق دنیا میں انسانوں پہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہ ذمہ داری اس امر کا موجب ہے کہ ایک انسان جدوجہد سے کبھی دستبردار نہ ہو بلکہ جدوجہد مسلسل جاری رکھے تاکہ تمام انسانوں کو نجات

حاصل ہو سکے۔

ایک مسلمان کا ضمیر ہرگز اس کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے آپ کو آزاد کرے جبکہ دنیا کے ایک دوسرے گوشے میں انسان ظلم وستم کے نیچے کچلا جا رہا ہو۔ تمام انسانوں کی آزادی اور نجات زنجیر کے حلقوں کی مانند ایک دوسرے سے وابستہ ہیں جب تک دنیا میں ایک انسان بھی ظلم وستم کے نیچے دبا ہوا ہے۔ دوسروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس کی آزادی کے لئے قدم اٹھائیں۔ عالم اسلام میں انسانوں کا اتحاد واتفاق ایک بنیادی مسئلہ ہے۔

اسلامی اقدار پر مبنی اتحاد

اپنی جدوجہد کے زمانے میں ڈاکٹر بہشتی کی ہمہ تن کوشش رزمیہ طاقتوں کو متحد و منظم کرنے پر مرکوز تھی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ تمام قوتوں کو ایک مؤثر اسلامی و سیاسی تنظیم میں مجتمع ہوجانا چاہئے اور خبریں جو دوسرے معاشروں کی اسلامی وسیاسی تنظیموں کے ذریعے سننے میں آتی تھیں ان کو وہ ہمیشہ مشکلات کا راہ حل سمجھتے تھے مورخہ ۶ مئی ۱۹۸۰ء کو اتحاد اور تنظیم کے بارے میں ایک انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا:

"اتحاد کے لئے ایک مشترکہ عقیدے مشترکہ حکمت عملی، مشترکہ پالیسی اور مشترکہ نقطۂ نظر کی ضرورت ہے۔ ان نکتوں کے بغیر انسان باہم متحد نہیں ہو سکتے۔"

ڈاکٹر بہشتی نے اتحاد کے بارے میں ضروری باتوں کی وضاحت بھی کی۔ ایران کا اسلامی انقلاب اس اتحاد کا بہترین نمونہ و مظہر تھا۔ شاید دنیا کے کسی انقلاب میں

اس قدر اتحاد محسوس نہ کیا گیا ہو، جیسا کہ ڈاکٹر بہشتی نے کہا:

" اسلامی انقلاب کے لئے اتحاد کی بنیاد مشترکہ عقیدہ پر تھی جو وہی اسلام مشترکہ حکمتِ عملی اور مشترکہ پالیسی سے عبارت ہے۔"

ایک اور تقریر میں شہید بہشتی نے اتحاد کے بارے میں اس طرح اظہار خیالات کیا:

" اتحاد کا مسئلہ صرف ایک نام ہی نہیں ہے بلکہ ایک اسم بامسمیٰ ہے۔ اتحاد کے مختلف مرحلے اور زینے ہوتے ہیں اور ہر مرحلہ اور زینہ کے لئے ایک ضروری شرط ہوتی ہے۔ ایرانی عوام، حقیقی اسلام پر اعتقاد رکھتے ہوئے اور اس کو تمام دوسرے مکاتبِ فکر سے برتر سمجھتے ہوئے امام خمینی کی قیادت میں اکٹھے ہوگئے۔ یہ ایک حقیقی اتحاد تھا جس کے تحت ہمارا معاشرے کا ایک بہت بڑا حصہ متحد و منظم ہوگیا۔"

ڈاکٹر بہشتی کے نظریئے کے مطابق اتحاد کی تعریف اس طرح ہے:

" متعین اقدار کے مطابق تمام توانائیاں یکجا ہو جائیں اور پھر ان اقدار کی روشنی میں پروگرام مرتب کئے جائیں۔"

ڈاکٹر بہشتی نے اتحاد کی جو تعریف کی ہے اس کے ایک اور معنی بھی بنتے ہیں اور وہ ذاتی اقدار ہیں۔ ان اقدار کی بناء پر ایک مجموعہ تشکیل پاتا ہے جو عملی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ایرانی معاشرے میں ذاتی اقدار کا مطلب اسلامی عقیدہ ہے۔ اسی عقیدے کی بنیاد پر عوام متحد ہوگئے تھے۔ امام خمینی کی قیادت میں اس اتحاد کے عمل کو تیزی و استحکام بخش دیا اور اس کا درجہ مزید اونچا کر دیا۔

ڈاکٹر بہشتی کی اس تشریح اور تجزیہ سے ایران کے اسلامی انقلاب کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ شہید بہشتی نے ایک اور جگہ ان مسائل کے بارے میں اپنے نظریات کا یوں

اظہار کیا:

"اتحاد کا مسئلہ ہر مرحلے میں اہمیت رکھتا ہے لیکن ایک مرحلے میں تشکیل پانے والا اتحاد دوسرے مرحلہ کی نسبت وسیع تر یا محدود تر ہو سکتا ہے۔ جس مرحلے میں ہم شاہ کی حکومت کو الٹنا چاہتے تھے۔ قیادت اور اتحاد اسی مقصد کے لئے مختلف قوتوں کو منظم کر سکتے تھے، لیکن تعمیری مرحلے میں جب منصوبہ بندی اور مومن و وفادار کارکنوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کیا اتنا اتحاد کافی ہے؟ قیادت ان اقدار پر تفصیلاً روشنی ڈال سکتی ہے۔ اس قیادت پر اعتقاد رکھنے والی قوتیں اپنے ایمان کے مطابق کام میں مشغول ہو جائیں لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب قائد نے ایسا کام کیا ہو یا اس کے پاس اس کام کو کرنے کے لئے وقت ہو ورنہ اس کام کو دوسروں پر چھوڑ دے اور وہ خود بخود اس کام کو کرلیں گے۔"

شہید بہشتی کی تقریریں اور بیانات انقلاب کے لمحات کو ہمارے لئے زندہ کرتے ہیں آپ غدار شاہ کے زمانے میں انقلابی جدوجہد اور اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد کے فرق کو واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔ ملتِ ایران کی انقلابی جدوجہد کی بنیاد دینی ہے جس کو شہید بہشتی ذاتی اقدار کے نام سے یاد کرتے ہیں اور انہی متعینہ اقدار کی بناء پر ایک مجموعہ تشکیل پاتا ہے جس کا نام "اسلامی آئیڈیالوجی" ہے انقلاب کی کامیابی سے پہلے اور بعد کی جدوجہد اور اتحاد میں فرق کو ڈاکٹر بہشتی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

شہنشاہی حکومت کو ختم کرنے کے لئے اتحاد اور قیادت کی بنیاد اس امر پر تھی جس میں وسیع اقدار شامل تھیں۔ انقلاب کی کامیابی کے بعد بنیاد پرستی کی شکل اختیار کر گئیں جن کے لئے صرف سچے وفادار اور مومن افراد پر بھروسہ کیا جاتا تھا۔ ان افراد کی قدریں تقریباً ایک جیسی تھیں اور وہ انہیں ایک منظم مجموعہ بنا سکتے تھے۔ انقلاب کے

بعد تمام اقدار اور معیار اسلامی انقلاب کے قائد امام خمینی کی ہدایات کے مطابق معاشرے پر حکم فرما ہو گئے۔ ایران کا انقلابی معاشرہ بھی اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد بالکل تبدیل ہو گیا اور سماجی نظام اور انسانی تعلقات میں بھی تبدیلی آگئی۔ لہٰذا انقلاب کے بعد معاشرے اور قیادت نے جن اقدار کو قبول کیا ان کی بناء پر ایسا اتحاد وجود میں آیا جو انقلاب سے پہلے کے اتحاد سے بڑا ممیز تھا اس اتحاد کی بنیاد چونکہ واضح تر معیار اور اقدار پر رکھی گئی تھی اس لئے یہ انقلاب سے پہلے کے اتحاد سے زیادہ مضبوط اور پائیدار تھا۔ اس مسئلے کو ڈاکٹر بہشتی نے ٹھیک ٹھیک اپنے بیانات میں ذکر کیا ہے۔

ڈاکٹر بہشتی نے اپنی جدوجہد ۶۲ - ۱۹۶۱ء میں متحدہ اسلامی محاذ کے ساتھ شروع کی۔ ایک منظم گروہ میں ان کی جدوجہد اتحاد پر اعتقاد اور طرز فکر کی وجہ سے تھی۔

شہید بہشتی نے ایک ایسے اتحاد کا انتخاب کیا جس کی قدریں اسلامی آئیڈیالوجی اور امام خمینی کے نظریات کے مطابق تھیں۔ وہ امام خمینی کے نظریئے کو ہر قسم کی سازباز سے پاک اور ٹھوس جانتے تھے۔ ایسا نظریہ جو معاشرے کو تبدیل کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

۔ اراگست ۱۹۸۱ء کی ایک تقریر میں ڈاکٹر بہشتی نے فرمایا :

" ایران کے بیدار اور خود شناس عوام جو کئی سالوں سے اپنے آپ اور اپنی راہوں کو گم کئے ہوئے تھے اور مغربیت میں جکڑے ہوئے تھے، اب انہوں نے اپنی حقیقت کو پہچان لیا ہے اور اپنی اصلی حالت پر واپس آ گئے ہیں۔ خود شناسی نے واپسی کے عمل کو تیز کیا ہے۔ انہیں اپنے آپ پر یقین ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنے نفس پر اعتماد پیدا کر لیا ہے اور مومن و اہلِ ایمان بن گئے ہیں۔ اب انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ صرف خدا پر ہی بھروسہ کریں گے وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ اس طرح

انہوں نے ماسوا اللہ کے غیر خدائی طاقت پر ہر قسم کے بھروسے سے نجات حاصل کرلی ہے کیونکہ خدا کی وحدانیت پر یقین نہ کرنا شرک ہے۔ ان افراد نے اپنے حقیقی راستے کو ایک قیادت اور ایک ہی نظریئے میں پالیا ہے۔ اس سے پیشتر وہ اس نظریئے کی جستجو میں تھے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اپنے نظریئے کو پہچان لیں۔ یہی نظریہ حقیقی اسلام کا نظریہ ہے۔ یہی مکمل آزادی کا نظریہ ہے۔ یہی دنیا اور آخرت کا راستہ ہے۔ اسلام اور دین کا راستہ ہے اور وہ بھی زندگی کے اندر نہ باہر مکمل استقلال اور آزادی کا نظریہ ہے۔ یہ نظریہ امام کا نظریہ ہے"۔

ایرانی معاشرے کے متعلق ڈاکٹر بہشتی کے نظریات بڑے مثبت اور حقیقت پسندانہ ہیں۔ ایران کے انقلابی و اسلامی معاشرے کی منتخب روش اور قدریں امام کے نظریہ کے عین مطابق ہیں۔ اس انتخاب کے نتیجہ میں معاشرے میں فکری اتحاد پیدا ہوا اور عوام میں مشترکہ قدریں پیدا ہوئیں۔ یہی مشترکہ قدریں اور معیار امام کی طرز فکر ہے جس نے معاشرے کو اتحاد بخشا اور اس کج روی سے بچایا۔ اس طرز عمل کے تحت اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد جو معاشرہ وجود میں آیا ہے فکری آزادی نے بھی اپنا حقیقی مفہوم پیدا کرلیا ہے۔ معاشرے کی اپنی اصلیت کی طرف واپسی ثقافتی آزادی کا راستہ کھولتی ہے۔

اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی
چھوڑ کر گُل کو پریشاں کاروانِ بُو ہوا

اگر ایران کے انقلابی معاشرے میں ثقافتی آزادی وجود میں آرہی ہے تو یہ معاشرے کی قدروں میں بنیادی تبدیلیوں کی وجہ سے ہے۔ یہی امام خمینی کا طرز فکر ہے جو اسلامی نظریہ سے الہام حاصل کرتا ہے۔

ثقافتی خود مختاری

اسلامی ثقافت کیا ہے ؟ کے سوال کے جواب میں ڈاکٹر بہشتی نے فرمایا۔ اسلامی ثقافت کا مسئلہ بہت گہرا ہے۔ انسان بذاتِ خود ایک زندہ ثقافت ہے اور شاید انسان کی بہترین تعریف یہ ہو کہ ہم کہیں " انسان ایک ایسا حیوان ہے جو صاحب ثقافت ہے" اور اپنی ثقافت کے مطابق زندگی گزارتا ہے یا دوسرے الفاظ میں جیسا کہ انسان کے بارے میں بحث میں ہم نے بارہا کہا ہے۔ انسان وجود رکھتا ہے، ایک جاندار ہے، آزادانہ اور باخبر اپنی زندگی کا راستہ اور زندگی پر حکمفرما اقدار کا انتخاب کرتا ہے، ایک ہمہ گیر ثقافت کو جنم دیتا ہے۔ ہم مسلمانوں نے اسلام کی اعلیٰ اقدار کو زندگی کی اقدار کے طور پر انتخاب کیا اور ہم نے بخوبی سمجھ لیا ہے کہ اسلامی قدریں کیا ہیں۔ ہم نے اسلام کی فطری اور دلپذیر زبان کو اپنے دل وجان کی زبان بنالیا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی تعلیمات نے سیدھے راستے اور زندگی کے حقیقی راستے کے طور پر ہمیں جو کچھ سکھایا اس کو راہِ زندگی منتخب کرلیا۔ لہٰذا ہماری زندگی کے تمام ثقافتی مظاہر ان اعلیٰ وارفع اسلامی تعلیمات کے مطابق ہونے چاہئیں۔

اسلامی ثقافت کی نمایاں خصوصیات ہیں جو اسے دوسری ثقافتوں سے ممیز کرتی ہیں۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اس انقلاب کا ایک مقصد یہ تھا کہ وہ سامراجی ثقافت جو کئی سالوں کے تسلط کی وجہ سے ایرانی معاشرے میں نفوذ کرچکی تھی اس کو ختم کر کے اس کی جگہ حقیقی اسلامی ثقافت کو رائج کیا جائے۔ اسلامی ثقافت کو معاشرے نے منتخب کیا تھا اور کئی سال گزرنے کے بعد اس نے معاشرے کو ایک خاص رنگ دیا

تھا۔ کٹھ پتلی شہنشاہی حکومت کے زمانے میں غیر ملکی ثقافت کی یلغار نے معاشرہ کو ایک ثقافتی بحران سے دوچار کر دیا تھا لیکن ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اسلامی آئیڈیالوجی پر عوام کے عشق و ایمان نے معاشرے پر حکم فرما قدروں اور معیاروں کو دوبارہ زندہ کر دیا اور ایرانی معاشرے کو سامراجی ثقافت سے نجات دلا دی۔

اسلامی تعلیم و تربیت استحصال کو ختم کر دیتی ہے اور معاشرے کی نعمتیں سب کو یکساں ملنا شروع ہو جاتی ہیں۔ جدوجہد اور مقابلہ اسلامی ثقافت کا ایک اصول و قدر ہے، ہم اسلامی معیاروں اور قدروں کو نافذ کر کے اور ہر قسم کی غیر ملکی اقدار کو رد کر کے ثقافتی آزادی حاصل کر لیں گے۔ ثقافتی آزادی، اقتصادی اور سیاسی آزادی کی ضامن ہوتی ہے اور ثقافتی آزادی کے بغیر معاشرے میں تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔

ڈاکٹر بہشتی کی نظر میں امام کا طرز فکر

جس چیز نے ایران کے اسلامی انقلاب کو کامیابی سے ہمکنار کیا اور اس وقت بھی سیاسی اور ثقافتی آزادی کی ضامن ہے اور وہ ہے امام خمینی کا طرز فکر اور نظریہ۔

ڈاکٹر بہشتی نے اپنی ایک تقریر میں امام خمینی کے طرز فکر کے متعلق کہا:

" اسلامی انقلاب حقیقت میں امام کے عقیدے کی وجہ سے کامیاب ہوا ہے۔ ایران میں بیسیوں سالوں سے جو کوششیں، مسلحانہ و غیر مسلحانہ جدوجہد و دوڑ دھوپ ثقافتی اور سیاسی کاروائیاں ہو رہی تھیں امام کے طرز فکر پر مرکوز ہو گئیں اور بڑی سرعت سے کامیابی کی طرف بڑھیں۔ " نہ شرقی نہ غربی " نعرے کی حفاظت کا راز اس میں ہے کہ ہم اسلام اور امام کے طرز فکر کو اچھی طرح پہچانیں۔ امام کا راستہ اور سازباز کا راستہ دو

مخالف راستے ہیں۔ امام کا راستہ نظریاتی طور پر ایسا راستہ ہے جو حقیقی اسلام کو کھلے دل سے پہچانتا ہے، اس کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ کوئی اس کو سادہ لوح رجعت پسند کہے یا مکمل رجعت پسند، وہ ہرگز نہیں ڈرتا۔ کوئی اس کو روشن خیال کہے وہ نہیں ڈرتا۔ وہ نہ تو منحرف کی روش ضیاعی کی تہمت اور نہ مسلمان کے رجعت پسندی کے الزام سے ڈرتا ہے۔ وہ ایک سچا مسلمان ہے۔ وہ ساز باز کو قبول کرتا ہے اور نہ دوسروں کو ساز باز کی تلقین کرتا ہے۔ وہ اسلام کے نام پر مسلمانوں کی زندگی میں داخل ہونے والے بیہودہ خیالات اور ضعیف الاعتقادی پر نفرین بھیجتا ہے۔ وہ وہمی اور ظاہر پرست ہے اور نہ ہی ملے جلے منحرف خیالات پر کان دھرتا ہے۔ نظریاتی طور پر امام کے طرزِ فکر پر عمل پیرا مسلمان توہم پرست انسانوں کے ساتھ ساز باز کرتا ہے اور نہ ہی ملے جلے خیالات رکھنے والوں سے۔

امام کا طرزِ فکر ہر انسان اور ہر گروہ کی جدوجہد کو سراہنے پر مبنی تھا خواہ اس سے حکومت پر ضرب ہی پڑتی ہو۔ امام کا عقیدہ سیاسی، اخلاقی اور ثقافتی جدوجہد حتیٰ کہ مسلحانہ جدوجہد جو ایک دوسرے سے وابستہ ہوں کی قدردانی کرنا تھا۔

ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی امام خمینی کی ولولہ انگیز قیادت اور مُؤثر افکار کی مرہونِ منت ہے۔ امام کا طرزِ فکر ایرانی معاشرے کی ثقافت کے عین مطابق ہے۔ اسی لئے ان کے عقائد اور خیالات کو قوم کی تائید و حمایت حاصل ہے۔ ایران کے مسلمان عوام امام کے افکار میں اسلامی آئیڈیالوجی کی تصویر دیکھتے ہیں اور ان کے طرزِ فکر اور اسلام سے ان کی گہری وابستگی کی بناء پر ہی عوام ان کی قیادت پر امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔

ایرانی معاشرے کی ثقافت امام خمینی کے افکار کی وجہ سے تبدیل ہوگئی ہے اور

اس میں نئی اقدار اور جدید معیار پیدا ہوگئے ہیں۔ ایرانی معاشرے کی ثقافتی آزادی امام خمینی کے طرز فکر سے استفادہ کی بدولت ممکن ہوئی ہے۔ امام خمینی نے ہر قسم کے انحرافی عقیدے کو رد کرتے ہوئے اپنے آپ کو وابستگی سے محفوظ کرلیا ہے۔ ایران کے انقلابی معاشرے کے تمام پہلوؤں میں امام کے عقیدے کو مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ امام کے طرز فکر نے اسلامی آئیڈیالوجی اور ایرانی ثقافت کے ساتھ مطابقت کی وجہ سے مسلمان ملت کے افکار پر اپنی حاکمیت محفوظ رکھی ہے۔

ڈاکٹر شہید بہشتی کی نظر میں آزادی کا مفہوم

اسلام میں آزادی کے مفہوم کے بارے میں ڈاکٹر بہشتی کا نظریہ یوں ہے:

" اسلام، آزادی کو انسانی تخلیق کے مرکز کے طور پہ جانتا ہے۔ انسان زندگی کا چمکدار موتی ہے، اس لئے کہ وہ آزاد اور باخبر پیدا ہوا ہے۔ آزاد اور باخبر انسان کے لئے اسلام ترقی، طاقت اور حرکت پیدا کرنے کا بہت زیادہ قائل ہے۔ اسلام انسان کو دعوت دیتا ہے کہ سب سے پہلے پیغمبر اکرم ؐ کے نور کے سائے میں اپنی عقل و شعور کو حرکت میں لائے۔ وہ عقل و شعور کو انسان کا راہنما جانتا ہے، لیکن انسان اسی تجرباتی اور تخلیقی آمیز فکر کے ذریعے انسان خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی اعلیٰ و ارفع شخصیت، وحی، نبوت، مقدس کتاب اور پیغمبروں کی سنت پہچانتا ہے۔

اسلامی معاشرے میں اسلام، انسان کو ایک آزاد مخلوق سمجھتا ہے اور حتیٰ کہ اس آزاد مخلوق کو تنبیہہ کرتا ہے کہ جن سماجی حالات میں تو زندگی گزار رہا ہے وہیں رک نہ جانا۔ مار دے یا مرجا، یا کم از کم وہاں سے چلا جا۔

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تُو

بہر حال ظلم و ستم اور بدعنوانی کے سامنے سر نہ جھکا۔ لہٰذا اسلام انسان کے لئے ہر قسم کے دباؤ کے سامنے آزادی کے ماحول کا قائل ہے۔ لیکن اسلام ایسے عناصر کے مقابلے میں جو تحریک کو سست کریں، کم کریں یا ماحول کو بگاڑیں اور ماحول پر مسلّط بدعنوان اور ظالم عناصر کو جو آزاد انسانی حرکت کو روکیں اور مشکل سے دوچار کرتا ہے حسّاس ہے اور ہرگز ظلم، فساد اور حرکت کو کم کرنے والے عناصر کے مقابلے میں خاموش اور غیر جانبدار نہیں رہ سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام میں انفرادی آزادی ہے لیکن معاشرتی حدود بھی ہیں۔ انسان آزاد ہے لیکن ایک حدود کے اندر اور وہ حدود خدائی قوانین ہیں۔"

دہر میں عیش دوام آئین کی پابندی سے ہے
موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں

ڈاکٹر بہشتی کا فکر، اسلامی آئیڈیالوجی سے سرچشمہ حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا ڈاکٹر بہشتی کی نظر میں آزادی کا وہی مفہوم ہے جو اسلامی مفہوم ہے۔ ان کی نظر میں جو آزادی ہے یہ وہی آزادی ہے جو اسلام میں معیّن ہو چکی ہے۔

اسلامی معاشرہ

ایران میں اسلامی جمہوریہ نظام برقرار ہونے کے بعد اسلامی معاشرے کو ڈاکٹر بہشتی اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اسلامی جمہوریہ کا معاشرہ ہر لحاظ سے آزاد اور خود مختار ہونا چاہئے۔ امریکہ

مغربی یورپ اور سوویٹ روس ، اسی طرح روس ، چین، جاپان اور ہر دوسرے ملک سے بھی آزاد ہونا چاہئے۔ وہ معاشرہ جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہو، انسانی ہو، ترقی یافتہ ہو، حقیقی ہو اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی طاقت رکھتا ہو۔ یہ ہے ہماری سیاست۔"

یہ اس معاشرے کی خصوصیات ہیں جو مشترکہ اقدار پر مبنی امام خمینی کے طرز فکر کے مطابق ہو اور انہی سے الہام حاصل کرتا ہو۔ ڈاکٹر بہشتی کی تقریر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بطن سے ایران کے اسلامی انقلاب کو بخوبی جانچا اور پرکھا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر بہشتی کا بیان ایران کے اسلامی انقلاب کا بیان ہے۔ ان کی ایک بڑی آرزو اسلامیہ جمہوریہ میں استحصال، معاشرتی و اقتصادی عدم مساوات کا مکمل خاتمہ تھا۔ ان کا سامراج دشمن تفکر نیا قدرتی مظہر تھا جو اسلامی انقلاب کے بعد پیدا ہوا۔ وہ اس معاشرے کو اسلامی اور خدائی احکام پر مبنی جانتے تھے جو کسی انحراف کے بغیر صرف اسلامی نظریہ کے مطابق ہو اور ہر قسم کے استحصال سے دور ہو اور آزادی کی راہ میں جدوجہد و کوشش کرے۔ جدوجہد جو معاشرے کی تعمیر و تشکیل کی خاطر کی جائے وہی اصلی اور حقیقی جدوجہد ہے۔ استعمار و استحصال کے چنگل سے آزادی جو احکامِ الٰہی پر مبنی ہو اور معاشرے کی انفرادی آزادی کی ضامن ہو وہی حقیقی آزادی ہے۔ ایک معاشرے میں انسان کا رجحان معاشرے پر حکم فرما مجموعی نظام کی جانب ہونا چاہئے اور معاشرے کا مجموعی نظام بھی انفرادی رجحان سے ہی متشکل ہوتا ہے۔ عوامی مقبولیت پر مبنی اقدار جو معاشرے کے خدوخال بناتی ہیں اور اپنی جگہ کامل ہیں اور معاشرے کو وجود میں لاتی ہیں۔ انسان اگر کسی عقیدہ کی طرف میلان نہ رکھتا ہو تو اس کی زندگی کھوکھلی اور بے معنی ہے۔ اگر ہمارا عقیدہ یہ ہو کہ ہماری ترقی، ہمارا دل، ہمارا ایمان، کمال کو پہنچنے کا عشق، انسانیت سے محبت، خدا کا عشق، سچی خدمت، جذبۂ

اخوت اور دشمنوں سے نفرت ہو۔ اگر یہ عقیدہ ہمارا عقیدہ ہو تو ہمیں صدق دلانہ طریق سے معاشرے کو اس کی طرف لے جانا چاہئے۔ ڈاکٹر بہشتی کا یہ بیان معاشرے کی جانب سے عائد ہونے والی انفرادی ذمہ داریوں کی وضاحت کرتا ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اگر ہم چاہیں کہ معاشرے کی ترقی کا باعث بنیں تو اپنے اندر ان خصوصیات کو پیدا کرنا چاہئے اور ان کو فروغ دینا چاہئے۔ ایک انقلابی معاشرے میں ایک انقلاب کا فریضہ یہ ہے کہ نئی پیدا ہونے والی اقدار وخصوصیات کا تحفظ کرے۔

ایران کے اسلامی انقلاب کی خارجی سیاست

شہید بہشتی نے قم میں اپنی ایک تقریر میں اسلامی انقلاب کی فتح کے تیسرے سال کے دوران کہا تھا:

"آپ بہادر اور شجاع لوگوں کی پورے ایران میں موجودگی اور آپ کے یہ نعرے 'اے امریکہ تو بہت کچھ چاہتا تھا اور اب بھی چاہتا ہے لیکن تجھے جان لینا چاہئے کہ ہماری ملت نے انقلاب برپا کیا ہے، خون دیا ہے، شہید دیئے ہیں، حرکت کی ہے، سالہا سال تک مصیبتیں اٹھائی ہیں تاکہ اس کا کوئی آقا نہ ہو'۔

ہم چاہتے ہیں کہ اپنی خود مختاری اور آزادی کی امریکہ کی تمام سازشوں کے مقابلے میں حفاظت کریں۔ امریکہ نے ہمارے لئے اقتصادی مشکل پیدا کر دی ہے۔ اس نے کہا کہ تم لوگ ہماری بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن ہم زبردستی اپنی بات کو تمہارے کانوں میں ٹھونس دیں گے۔ اسی وجہ سے ہم پر اقتصادی دباؤ ڈالا گیا۔ اس نے براہ راست فوجی حملہ بھی کیا، لیکن اس کو معلوم ہو گیا کہ ان چیزوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ پھر اس نے

بالواسطہ فوجی حملہ کیا یعنی عراق کی پاک سرزمین میں اپنے کٹھ پتلی عناصر کے ذریعے۔ لیکن آج اس سرزمین کی پاکیزگی پٹھو بعثی حکومت کی وجہ سے کم ہوگئی ہے۔ عراق کی بہادر قوم کو چاہئے کہ اس پاک سرزمین کو بعثی حکومت کی نجاست و گندگی سے صاف کر دے۔ امریکہ نے اپنے بعثی پٹھوؤں کے ذریعے ہم پر حملہ کر دیا اور جنگ چھیڑ دی۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ بے شرم لوگ اِدھر اُدھر کہتے پھرتے ہیں کہ ایران نے عراق پر جارحیّت کی ہے۔ امریکہ نے صدام کو تحریک و ترغیب دی کہ ایران پر حملہ کرے۔ اس نے جنگ چھیڑ دی اور ہمارے لئے مشکلات پیدا کر دیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج ہم اقتصادی اور سیاسی مشکلات سے دست و گریبان ہیں۔ بیشک اس جنگ نے ہمارے لئے بہت زیادہ تکلیفیں اور سختیاں پیدا کر دی ہیں لیکن ہماری قوم اپنی پوری بہادری، جوانمردی اور صبر کے ساتھ امریکہ کی پیدا کردہ ان مشکلات کا مقابلہ کر رہی ہے اور ثابت قدمی سے ڈٹی ہوئی ہے۔ یہ ایسی مصیبت ہے جو محروم و مظلوم عوام کے سب سے بڑے دشمن یعنی امریکی سامراج کے ذریعے پیدا ہوئی ہے۔ ورنہ ہماری قیادت ہمارے انقلاب اور ہمارے انقلابی رہنماؤں کی کسی کے ساتھ جنگ نہیں تھی۔ یہ مسلط کردہ جنگ امریکہ کی آخری سازش ہے۔"

شہید بہشتی نے اپنی اس تقریر میں خود مختاری کے بارے میں بھی اظہارِ خیال کیا ہے جیسا کہ ان کا عقیدہ ہے، ایران کے اسلامی انقلاب میں دیئے جانے والے خون اور شہادتوں کا مقصد ان تمام سامراجی پہلوؤں کو رد کرنا اور ان سے دور رہنا تھا جو سامراجی طاقتوں کی طرف سے دنیا کو لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں۔ یہ اہم ترین عوامل میں سے ہے جس نے ایران کے اسلامی انقلاب کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ استحصال سے نجات حاصل کرنا ہماری انقلابی قوم کے مشترکہ مقاصد میں شمار ہوتا ہے۔

بیت المقدس کی آزادی۔ ڈاکٹر بہشتی کی انتہائی خواہش

ڈاکٹر بہشتی ایران کی مسلمان قوم کی طرح فلسطین کی مقدس سرزمین کو استعمار پسندوں اور سامراجی غاصبوں کے پنجے سے آزاد دیکھنے کی آرزو رکھتے تھے۔ "یوم قدس" کی مناسبت سے ڈاکٹر بہشتی نے ایک تقریر میں کہا:

"یوم قدس کی تقریبات کا مقصد دراصل تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھتے ہوئے اس پاک سرزمین کو آزاد کرانا ہے۔ بیت المقدس ایک مدت تک مسلمانوں کا قبلہ رہا ہے۔ یہ ایک ایسا نصب العین ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے ہم سالہا سال تک کوشش جاری رکھیں گے۔ اس نصب العین کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا ایک مؤثر راستہ یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کو صحیح معنوں میں دنیائے اسلام میں پھیلا دیں۔ موجودہ صورتحال میں ایران اور فلسطینی مجاہدوں کا قریبی تعاون اور ان اسلامی ممالک کا تعاون جو اس نصب العین تک پہنچنے کی آرزو رکھتے ہیں بہت مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ کام کی ابتدا ہے، بیت المقدس کو آزاد کرانے کے لئے۔ انقلابی مسلمانوں کی تمام توانائیوں کو یکجا کرنے اور سرگرم موجودگی کی ضرورت ہے تاکہ غاصب عالمی صیہونیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جا سکے۔

ڈاکٹر بہشتی نے مسلمانوں کے ذہن کو بیدار کرنے میں بڑا موثر کردار ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر بہشتی کے افکار سامراجیوں کی چالوں اور سازشوں کو آشکار کر دیتے ہیں۔ وہ بڑی طاقتوں کے ان منصوبوں کا پردہ چاک کرتے ہیں جن کے ذریعے وہ دوسری قوموں کا استحصال کرنا چاہتی ہیں۔ ڈاکٹر بہشتی نے سامراجی سیاست کے بارے میں یوں کہا ہے:

"آج کا استعمار اور معاشرے میں اس کا نفوذ سو سال پہلے کے استعمار سے مختلف ہے

ایک وقت میں سامراج دنیا میں فوجی طاقت بن کر داخل ہوتا اور فوجی طاقت پر ہی بھروسہ کرتا تھا مثلاً انگلستان کا بادشاہ رسمی طور پر ہندوستان میں اپنا وائسرائے مقرر کیا کرتا تھا لیکن آج ایسا نہیں ہے۔ گذشتہ چند عشروں سے سامراج اقتصاد کے ذریعے وارد عمل ہو رہا ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ مؤثر طریق سے، جب وہ اپنے وائسرائے اور مسلح فوجیوں کے ذریعے مسلط شدہ علاقوں میں اپنی موجودگی کا احساس دلاتا تھا۔ کمزور قوموں کو اقتصادی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہے۔ اس اقتصادی استحصال کے بعد سیاسی استحصال بھی واقع ہوتا ہے۔ وہ حکومت جو کسی ملک میں اقتصادی استحصال کے ذریعے اقتدار پر پہنچتی ہے ظاہر میں تو وہ عوامی حکومت ہے لیکن حقیقت میں عوامی نہیں کٹھ پتلی حکومت ہے۔

ڈاکٹر بہشتی کا طرز فکر اور عقیدہ جو مختلف سیاسی، سماجی، ثقافتی اور اقتصادی میدان میں ظاہر ہوتا ہے۔ امام خمینی کا نظریہ ہے جس سے اسلامی انقلاب کے دشمن سخت وحشت میں پڑے ہوئے ہیں۔ شہید بہشتی مسائل کو بڑے واضح اور روشن انداز میں بیان کرتے تھے۔ اصلی اور مثبت اسلامی راہ پر ڈالنا ایسے مسائل تھے جن سے انقلاب دشمن عناصر خوف کھاتے تھے۔ شہید بہشتی کے افکار جو ہر سیاسی گروہ سے نا وابستگی پر مبنی تھے ایرانی حکومت میں موجود لبرل طبقہ (انحرافی گروہ) کی مخالفت سے دوچار ہو گئے۔

ڈاکٹر بہشتی کے قتل کا مقصد صرف ایک شخص کو قتل کرنا نہیں تھا بلکہ ایک طرزِ فکر اور عقیدے کو ختم کرنا تھا جو ایران کے اسلامی انقلاب کے قائد امام خمینی کے طرز فکر کو جاری رکھنا چاہتا تھا، اور ایران کو ہر قسم کی وابستگی سے آزاد اور محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ ڈاکٹر بہشتی کا قتل درحقیقت ایران کے اسلامی انقلاب پر حکم فرما آئیڈیالوجی اور طرز فکر کا قتل تھا۔ ایک مومن اور وفادار انسان کا منتہائے مقصود دنیا کے مظلوم

محروم انسانوں کی سامراج کے ظلم و ستم سے رہائی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے اس مقصد کا میدانِ عمل نہ صرف ایران بلکہ تمام دنیا میں پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ ایک ایسا مقصد نہیں ہے کہ سامراجی طاقتیں اسے آسانی سے نظر انداز کردیں اور اس کے خلاف سازشیں نہ کریں ایران کا اسلامی انقلاب اور اسلامی آئیڈیالوجی ایک ایسا مسئلہ نہ تھا کہ اس کو محصور کردیا جاتا۔ اسلامی انقلاب کے مقابلے میں انقلاب دشمن سازشوں کی پے در پے شکست کے بعد اس ملک پر علم فرما طرزِ تفکر کو سخت خطرہ لاحق ہوگیا۔ شہید بہشتی ان ممتاز شخصیتوں میں سے ایک تھے جنہوں نے اسلامی انقلاب کو اصلیت بخشی۔ وہ ہر قسم کے انحراف کو پہچانتے تھے اور اسے رد کرنے کا یارا رکھتے تھے لیکن انقلاب دشمن اس گوہر نایاب کو زندہ نہ دیکھ سکے اور شہید کر ڈالا۔

مومن اور متقی انسان استعمار پسندوں کے لئے بڑا خطرہ شمار ہوتے ہیں۔ ایسے انسان جن کا مقصد دوسرے انسانوں پر عادی قید و وابستگی کی زنجیروں کو توڑنا ہو، دشمن کا عتاب انہی پر نازل ہوتا ہے۔ شہید بہشتی بھی ایک مومن اور متقی انسان تھے جنہوں نے اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے سالہا سال تک شاہ کی وابستہ اور خائن حکومت کا مقابلہ کیا اور اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد بھی کوشش کرتے رہے کہ انقلاب کو ہر قسم کے انحراف سے دور رکھیں۔ انہیں خدائی احکام اور شرعی ذمہ داریوں کا احساس تھا جس نے شہید بہشتی کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا۔ شہید بہشتی کی شہادت نے بھی ان کی زندگی کی طرح معاشرے پر انقلابی اثر ڈالا اور ایک عظیم تبدیلی واقع ہوگئی۔ شہید بہشتی کا وصیت نامہ بھی قابلِ فکر ہے اور ایک بڑی حد تک ان کے طرزِ فکر کی ترجمانی کرتا ہے۔

ڈاکٹر بہشتی کا وصیّت نامہ

میں محمد حسین بہشتی، شناختی کارڈ نمبر ۱۳۷۰۷ جو اصفہان سے جاری ہوا اپنی بیوی بچوں اور دوسرے لواحقین کو وصیّت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے اس نور کو جس سے انسانوں کے دل منوّر ہیں زیادہ سے زیادہ اہمیّت دیں۔ خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہوئے جو علیم، قدیر، سمیع، بصیر، رحمٰن اور رحیم ہے اور اس کے عظیم پیغمبروں خصوصاً خاتم النبیینؐ، قرآنِ پاک اور معصومین علیہم السلام کی پیروی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر، نماز، روزہ اور دوسری عبادات، سخاوت، ایثار، صداقت، امانت اور تمام انسانوں کی بھلائی، حق کی فتح کے لئے باطل سے جنگ اور اس راہ میں شدید جہاد اور عوام میں موجودگی اور انس و محبت کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے لئے سعادت اور خوش بختی کے دروازے کھولیں۔

میں وصیّت کرتا ہوں کہ میرے خدا کی طرف جانے کے بعد میرے مکان کا ⅓ حصہ جو کہ تہران، قلہک، تورج روڈ، کوچہ منطقی،

مکان ۶ اور ۸ پر واقع ہے اور گھر کا سارا سامان

بلا شرکت غیرے میری بیوی مساۃ عزت الشریعہ

مدرک کی ملکیت ہوگا، اللہ تعالیٰ سے دعا

کرتا ہوں کہ میری بیوی اور بچے خدا کی راہ

میں سعادت سے زندگی گزاریں۔

دستخط

(محمد حسین بہشتی)

۲۷ رجب ۱۴۰۰ ہجری قمری

شہید بہشتی کے وصیت نامہ کے الفاظ سے ان کی عظیم روح دریافت کی جا سکتی ہے۔ ان کا سب سے بڑا پیغام جو انہوں نے اپنے خاندان کو دیا، خدا کی عبادت، عوام سے اتحاد اور مومنوں کی رفاقت ہے۔ ڈاکٹر شہید بہشتی کی شہادت کے بعد امام خمینی نے اپنے پیام میں فرمایا:

"ہولناک جرم کا جو آخری واقعہ پیش آیا ہے اور ان غداروں کی آستین سے امریکہ کا ہاتھ عیاں ہوا ہے، مسلمانوں پر کاری ضرب لگائی گئی ہے۔ شہید ہونے والے وہ لوگ تھے جو مسلمانوں کے مفاد کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچتے تھے۔ وہ پارلیمنٹ کے ممبر، کابینہ کے وزیر اور اہل فکر تھے۔ ان دانشوروں میں اور خصوصاً عدلیہ سے ڈاکٹر بہشتی جیسی ممتاز شخصیت بھی تھی جس کو اسلامی جمہوریہ کے معرض وجود میں

آنے کے ساتھ ہی "نشانہ" بنا لیا تھا۔

امام خمینی نے مزید فرمایا :

" جس قوم نے اسلامی عدالت اور قرآنِ مجید کے احکام نافذ کرنے، جرائم پیشہ طاقتوں کے ہاتھ کاٹنے اور آزادی و استقلال کے سایہ میں زندگی گزارنے کے لئے انقلاب کیا ہے۔ اپنے آپ کو شہادت کے لئے آمادہ کر لیا ہے۔ اس کے دل میں ہرگز یہ ڈر پیدا نہیں ہو سکتا کہ مجرم سُپر طاقتوں کے ہاتھ ان جرائم پیشہ غداروں کی آستینوں سے باہر نکلیں اور ان بہترین فرزندوں کو شہید کر دیں"۔

یہ اس قوم کی خصوصیات ہیں جس نے امام خمینی کے قول کے مطابق ہر قسم کی سازباز کو رد کر دیا ہے اور عدلِ الٰہی و خدائی حکومت قائم کرنے کے لئے ہر قسم کی جدوجہد کے لئے تیار ہے۔

شہید بہشتی توحیدی فکر، وسیع اسلامی بصیرت اور سامراج دشمن جذبہ کے باوصف حزب اللہ کے مسلمان عوام دل کی گہرائیوں سے کوچہ و بازار اور سڑکوں پر نعرے لگاتے تھے : " بہشتی تھرمان۔ امید مستضعفان " (بہادر بہشتی، محروم و کمزور عوام کی امید ہے) ان کی نظر میں بہشتی اسلامی طاقت کا بہترین نمونہ تھے اور رہبرِ انقلاب کے بہترین دوست، غریب، محروم اور زحمت کش عوام کے حامی و مددگار تھے۔

جیسا کہ امام خمینی نے اپنے بیان میں ذکر فرمایا ہے کہ پارلیمنٹ کے ممبر اور وزیر استعمار پسندوں کے لئے بڑا خطرہ تھے۔ وہ عوام میں سے اٹھے تھے اور عوام کی فلاح و بہبود اور مسلمانوں کے مفاد کے علاوہ اور کسی چیز کے متعلق سوچتے نہیں تھے۔ لہٰذا اسلامی انقلاب کے اوائل سے ہی ان مومن اور انقلابی شخصیتوں کو انقلاب دشمنوں

نے نشانہ بنالیا تھا۔ یہ قتل اس لئے ہو رہے تھے کیونکہ ایران پر حکم فرما پرانے نظریات کی شکست ہو چکی ہے اور اب امام کے عقیدے اور سیاست کو کمزور کرنے کی بزدلانہ کوششیں ہو رہی تھیں۔ ایران کی بیدار اور انقلابی قوم نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر قتل کے بعد اسلامی انقلاب کی کامیابی اور تکمیل کے لئے پہلے سے زیادہ پُرعزم اور متحد ہو رہی ہے۔ ایران کی مسلمان قوم نے سازشوں کو اچھی طرح پہچان لیا ہے اور ان کے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ شہید ڈاکٹر بہشتی کو امام کی راہ پر چلنے والا اور امام کے عقائد کا مظہر تسلیم کرتی تھی۔

امام خمینی نے ایک اور جگہ شہید ڈاکٹر بہشتی کے متعلق کہا:

"جیسا کہ میں ان کے متعلق جانتا ہوں، یہ وہ اشخاص تھے جو مومن اور پرہیزگار تھے اور ان میں سب سے اوپر ڈاکٹر بہشتی تھے۔"

پرہیزگار کون لوگ ہیں؟ سیلِ انسانی میں سے ہر زمانہ میں چند ایک ایسے انسانوں کو ڈھونڈا جا سکتا ہے جو پرہیزگار ہوں اور اپنی خدا پرستی کی وجہ سے خود غرضی اقتدار پسندی اور تسلط جوئی جیسے خیالات سے مبرّا ہوں اور حق پسند، حقیقت پرست اور صالح خیالات کے مالک ہوں۔ اپنی ذاتی خواہشات پر خدا کو ترجیح دیں۔ مخلوق خدا کے مفادات کو اپنے ذاتی مفادات پر مقدّم سمجھیں یا کم از کم دوسروں کے لئے بھی وہی چاہیں جو اپنے لئے چاہتے ہوں۔ خدا کی اتنی نافرمانی نہ کریں کہ عدل کے دائرے سے باہر نکل جائیں۔ اس ارضی اور مادی دنیا کے اتنے شیدا نہ ہوں کہ خدا کی یاد سے غافل ہو جائیں۔ واقعی ہر زمانے میں اس قسم کے چند ایک انسان ڈھونڈے جا سکتے ہیں۔

شہید بہشتی کے بیٹے نے اپنے باپ کے بارے میں کہا :

" اس بارے میں جو کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ ایک خاموش طبیعت، صوفی منش آدمی تھے۔ وہ جھگڑوں کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ اور ان تقریباً بیس سالوں کے دوران میں نے بخوبی جان لیا کہ ایک مضبوط ایمان ان کے اندر جڑ پکڑ چکا ہے۔ یہی راسخ ایمان ان کو طاقت اور توانائی بخشتا اور وہ زبردست قوت فیصلہ کے مالک تھے۔ تہمت، بہتان طرازی اور اس قسم کے دوسرے مسائل ان پر ہرگز اثر نہ کرتے اور نہ ہی ان کے عقیدے میں تزلزل کا باعث بنتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے فیصلے ہر قسم کے بزدلانہ حملوں سے محفوظ تھے۔ نیک عمل پر ان کا بہت زیادہ اعتقاد تھا۔

کبھی کبھی میں ان کو کہتا تھا کہ ہم تبلیغ اور پروپیگنڈے کے لحاظ سے بہت کمزور ہیں اور وہ جواب دیتے تھے :

" میں ان کی مسائل کی نفی نہیں کرتا لیکن اگر کوئی شخص نیک عمل انجام دے تو یہ عمل خود بخود اپنی جگہ بنالیتا ہے۔ اگر آج نہ سہی تو کل، اگر کل نہ سہی تو پرسوں، آخرکار ایک نہ ایک دن اپنی جگہ ضرور بنالے گا، چاہے اس میں پچاس سال لگ جائیں۔ یہ تو خود غرضی ہے کہ اگر کوئی شخص ایک کام انجام دے تو اس کا فائدہ بھی اسی کو ہی پہنچے۔ دوسرے مسائل کے بارے میں بھی ان کا ایسا ہی عقیدہ تھا۔

اگر جلسے کے دوران نماز کا وقت آجاتا تو جلسے میں حاضرین سے اجازت لے کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میرے لئے یہ بہت مفید سبق تھا۔ رمضان المبارک کے مہینے میں افطار سے پہلے نمازِ مغرب ادا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کبھی کسی کی

غیبت نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کسی کی غیبت سنتے تھے۔ جن لوگوں نے ان کی ہتک اور اہانت کی ان کو بھی برا نہیں کہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ جب عوام کے سامنے کسی چیز کا فیصلہ کر لیتے تو بڑی مضبوطی سے اس پر ثابت قدم رہتے تھے۔ اگر ان سے کوئی غلطی ہو جاتی تو بڑی جرأت سے قبول کر لیتے تھے اور اس کی تلافی کی کوشش کرتے تھے۔ اخلاقی لحاظ سے وہ بڑی دیر سے غصہ میں آتے اور دوسروں کے بارے میں بڑی دیر تک سوچتے رہتے تھے اور بڑے طریقے سے اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ ہمیشہ اشخاص کے مثبت پہلوؤں کو دیکھتے تھے۔ دوسروں کے رازوں اور شکایتوں کے سلسلہ میں بڑے امانتدار تھے۔ اپنے بچوں کے لئے ایک باپ سے بڑھ کر ایک دوست تھے۔ استقلال اور آزادی پر بھروسہ کرتے تھے اور ہمیشہ کہتے تھے "میں نے عمر بھر دین کو کسبِ معاش کا ذریعہ نہیں بنایا۔"

جس چیز نے شہید ڈاکٹر بہشتی کو عوام کی آنکھوں کا تارا بنادیا وہ امام خمینی کی پیروی تھی اور ان کی جس چیز سے دشمن وحشت اور خوف کھاتے تھے وہ بھی امام خمینی کی پیروی تھی۔

ڈاکٹر بہشتی کا قتل اپنے اصلی مقصد میں جو ایران کے اسلامی انقلاب پر حکم فرما طرزِ فکر اور امام خمینی کی سیاست کو ختم کر کے مغربی طرزِ فکر کو دوبارہ جاری کرنا تھا کامیاب نہ ہو سکا۔ ایران میں انقلابی اور مسلمان عوام کے اندر ایسے لاکھوں افراد موجود ہیں جو امام خمینی کی قیادت کی تائید و حمایت کرتے ہیں اور کسی قسم کی سازباز پر کان نہیں دھرتے ڈاکٹر بہشتی کے قتل سے ایران کے مسلمان عوام میں انحرافی طرزِ فکر کو جو ایران کے اسلامی انقلاب میں رخنہ پیدا کرنا چاہتا تھا، مٹانے کا عزم زیادہ مضبوط ہو گیا۔ ملک کے

طول و عرض میں لاکھوں افراد جو ڈاکٹر بہشتی کے قتل سے سخت غیظ و غضب میں آ گئے تھے، درحقیقت ان کا یہ غصہ اور نفرت ان انقلاب دشمنوں کے خلاف تھی۔ ایسے مسلمان اور مومن انسانوں کا خون کرتے ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے ایک بار پھر ایران کے اسلامی انقلاب سے اپنی وفاداری اور حمایت کا اعلان کیا۔

ڈاکٹر بہشتی کی بیوی نے بھی ان کی شہادت کے بعد ایک انٹرویو میں ان کی خصوصیات اور خاندانی زندگی اور ان کے امام کے گہرے رابطہ کے بارے میں وضاحت کی۔ شہید ڈاکٹر بہشتی کی بیوی نے ڈاکٹر صاحب کی ایک خصوصیت کے بارے میں یوں اظہار کیا:

"وہ موت سے کبھی نہیں ڈرتے تھے اور ہمیں یہ کہتے تھے کہ موت سے کبھی نہ ڈرنا اور نہ ہی مجھے ڈرانا۔ شہید بہشتی ہمیشہ کہتے تھے کہ ہمیں اس راہ پر چلنا چاہئے جس راہ پر امام چلتے ہیں۔ وہ ہمیشہ امام کے پیروکاروں کے ساتھ کام کرتے تھے اور انہی کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور جلسے کرتے تھے۔ یہ ہے آزاد جینے اور مرنے کا راستہ ......"

ابھی تک آ رہی ہے یہ صدا مرقد کے سینے سے
اگر ذلت کا جینا ہو تو موت اچھی ہے جینے سے